R. No. L. 5254

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴

اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ ۔ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

تار کا پتہ :- الفضل لاہور — ٹیلیفون نمبر ۲۷۹

روزنامہ الفضل لاہور

شرح چندہ
سالانہ ۲۴ روپے
ششماہی ۱۳ ″
سہ ماہی ۷ ″
ماہوار ۲/۸ ″

یوم یکشنبہ

۲۴ ربیع الثانی ۱۳۷۲ھ

جلد ۴۱/۷ | ۱۱ صلح ۱۳۳۲ھش | ۱۱ جنوری ۱۹۵۳ء | نمبر ۱۰

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

واقعات حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر نظر کرنے سے یہ بات نہایت واضح اور نمایاں اور روشن ہے کہ آنحضرتؐ اعلیٰ درجہ کے یک رنگ اور صاف باطن اور خدا کیلئے جانباز اور خلقت کے بیم و امید سے بالکل منہ پھیرنے والے اور محض خدا پر توکل کرنے والے تھے۔ کہ جنہوں نے خدا کی خواہش اور مرضی میں محو اور فنا ہو کر اس بات کی کچھ بھی پرواہ نہ کی کہ توحید کی منادی کرنے سے کیا کیا بلا میرے سر پر آئے گی اور مشرکوں کے ہاتھ سے کیا کچھ دکھ اور درد اٹھانا ہو گا بلکہ تمام دکھوں اور شدتوں اور سختیوں اور مشکلوں کو اپنے نفس پر گوارا کر کے اپنے مولیٰ کا حکم بجا لائے اور جو جو شرط مجاہدہ اور وعظ و نصیحت کی ہوتی ہے وہ سب پوری کی اور کسی ڈرانے والے کو کچھ حقیقت نہ سمجھا۔“ (براہین احمدیہ حصہ دوم)

جنرل رابرٹسن کینیا سے روانہ ہو گئے

نیروبی ۱۰ جنوری۔ مشرق وسطیٰ میں برطانیہ کی بری فوج کے کمانڈر جنرل رابرٹسن کینیا کا چار روزہ دورہ ختم کر کے کینیا سے روانہ ہو گئے۔

جہاز غرق ہونے سے دو سو تیس شخص ہلاک

پوسان ۱۰ جنوری۔ جنوبی کوریا کی پولیس نے اعلان کیا ہے کہ کوریا کے جنوبی ساحل کے قریب ایک مسافر جہاز غرق ہو گیا جس کی وجہ سے دو سو تیس آدمی ڈوب گئے۔

شام اور لبنان کی سرحد پھر بند کر دی گئی

دمشق ۱۰ جنوری۔ لبنان اور شام کی سرحد جو کل چند گھنٹے کے لئے کھول دی گئی تھی پھر بند کر دی گئی ہے لبنان کے اخبارات میں شام کے نائب وزیر اعظم کرنل ششکلی پر جو شدید نکتہ چینی کی گئی تھی اس کے جواب میں مدیر کو دونوں ملکوں کی مشترکہ سرحد بند کر دی گئی تھی

طالب والہ کے مقام پر کشتیوں کا پل

لاہور ۱۰ جنوری۔ پنجاب کے محکمہ تعمیرات عامہ نے طالب والہ کے مقام پر دریائے چناب پر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کشتیوں کا ایک پل بنایا ہے جس کی وجہ سے لاہور اور سرگودھا کے درمیان سو میل کی مسافت کم ہو گئی ہے۔ اس سے پہلے لاہور سے سرگودھا جانے کے لئے چنیوٹ کے قریب دریائے چناب کے پل کو پار کرنا پڑتا تھا۔ اس نئے راستہ پر اب لاہور اور سرگودھا کے درمیان براہ راست آمدورفت شروع ہو گئی ہے۔

کراچی ۱۰ جنوری۔ صوبہ سرحد کے گورنر خواجہ شہاب الدین آج کراچی سے واپس پشاور آ گئے۔

دو روز کے شدید ہنگاموں کے بعد کراچی میں حالات پر پوری طرح قابو پا لیا گیا

عنقریب طلباء کی فیسوں میں کمی کی جائے گی۔ وزیر اعظم کی طرف سے عدالتی تحقیقات کرانے کا وعدہ

کراچی ۱۰ جنوری۔ کل رات سے کراچی میں عام طور پر امن رہا۔ اب حالات مکمل طور پر قابو میں آ چکے ہیں۔ آج یہ تمام تجارتی ادارے اور دوکانیں کھل گئیں اور تمام کاروبار معمول کے مطابق جاری رہا۔ لیکن فوج اور پولیس ان علاقوں میں جہاں ہنگامے برپا ہوئے تھے برابر گشت کرتی رہی۔ آج شہر میں دوبارہ شرارت کی کوشش کی گئی۔ مگر فوج اور پولیس کے بروقت پہنچ جانے سے بلوائی اپنے مقاصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔ چند بلوائی بندر روڈ پر ایک شراب کی دوکان پر جمع ہو گئے۔ لیکن پولیس کو آتا دیکھ کر وہ جلد منتشر ہو گئے۔ پولیس نے چالیس آدمیوں کو گرفتار کر لیا۔ اسی طرح ایک سینما پر ہجوم اکٹھا ہو گیا اور اس کو آگ لگانے کی کوشش کی۔ مگر پولیس کے وقت پر پہنچ جانے سے وہ یہاں بھی اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اس جگہ پولیس نے دس آدمی گرفتار کئے۔ کراچی کے چیف کمشنر مسٹر اے۔ ٹی نقوی نے بیان کیا ہے کہ کل غنڈوں کے پاس سے چالیس بندوقیں برآمد کی گئیں۔ اسی طرح آج بھی پولیس نے انیس ۱۹ بندوقیں اپنے قبضے میں لیں۔ آج کرفیو کے اوقات میں کمی کر دی گئی ہے شام کے پانچ کی بجائے چھ بجے سے کرفیو نافذ کیا گیا جو صبح ۷ بجے تک رہے گا۔ کراچی کی میونسپل حدود اور چھاؤنی میں کرفیو نافذ کیا گیا ہے۔ کل کرفیو توڑنے کے الزام میں ستر آدمی گرفتار کئے گئے۔

وزیر اعظم خواجہ ناظم الدین نے وعدہ کیا ہے کہ امن بحال ہونے کے بعد پچھلے دو دنوں کے واقعات کی عدالتی تحقیقات کرائی جائے گی۔ کل رات انہوں نے کراچی کے مختلف کالجوں کی یونین کے وفد اور چند ممتاز شہریوں سے ملاقات کے وقت یہ وعدہ کیا۔ آپ نے یہ وعدہ بھی کیا کہ دوماہ کے اندر اندر طلباء کی فیسوں میں کمی کر کے انہیں ڈھاکہ اور لاہور کے معیار پر لے آیا جائیگا۔ حکومت سکولوں اور کالجوں کیلئے مزید جگہ مہیا کرنے کے سوال پر غور کرے گی۔ اسی طرح اقامت گاہیں بنانے کے لئے جو روپیہ رکھا گیا ہے اس سے جلد عمارتوں کی تعمیر شروع کر دی جائے گی۔ آپ نے یہ بھی کہا کہ سیاسی بنا پر کسی کو سزا نہیں دی جائے گی۔

اسلامی جمعیت طلباء لاہور نے اپنے اجلاس میں ایک قرارداد منظور کی جس میں کراچی کے طلباء سے درخواست کی گئی کہ وہ پرامن رہیں۔ اور اپنے عمل سے نظم و ضبط کا ثبوت دیں۔ اور اس بات کا خیال رکھیں کہ شرپسند عناصر انہیں آلۂ کار بنا کر پاکستان کے مفاد کو نقصان نہ پہنچا سکیں۔

ہندوستان اور پاکستان کے نمائندوں سے ڈاکٹر گراہم کی ملاقاتیں

اقوام متحدہ ۱۰ جنوری۔ کشمیر کیلئے اقوام متحدہ کے نمائندے ڈاکٹر گراہم نے اقوام متحدہ کے ہیڈ کوارٹرز میں جمعرات کے دن ہندوستان اور پاکستان کے نمائندوں سے الگ الگ ملاقاتیں کیں۔ مبصروں کا خیال ہے کہ ڈاکٹر فرینک گراہم ایک ایسی بنیاد تلاش کرنا چاہتے ہیں جس کی بنا پر کشمیر کے متعلق سمجھوتہ کی بات چیت پھر شروع ہو سکے۔

پشاور میں دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ

پشاور ۱۰ جنوری۔ پشاور کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے دفعہ ۱۴۴ کے تحت ایک حکم کے ذریعہ شہر اور چھاؤنی کی حدود میں جلسے کرنے اور جلوس نکالنے کی ممانعت کر دی ہے۔ یہ حکم دو ہفتہ تک نافذ رہے گا۔ شہری مسلم لیگ اور جناح عوامی لیگ کل عام جلسے کرنا چاہتی تھیں۔

دریاؤں سے کیچڑ نکالنے والی دوسری کشتی تیار ہو گئی

ہیگ ۱۰ جنوری۔ ہالینڈ میں مشرقی بنگال کے لئے دریاؤں سے کیچڑ نکالنے والی چھبیس کشتیاں تیار ہو رہی ہیں۔ ان میں سے دوسری کشتی مکمل ہو کر سمندر میں ڈال دی گئی ہے۔ اس کشتی کا نام ”سفینۃ الحسن“ رکھا جائے گا۔ دو ماہ ہوئے پہلی کشتی ”امیر البحر“ سمندر میں ڈالی گئی تھی۔

ساڑھے تین ہزار من امونیم سلفیٹ تقسیم کی گئی

خیرپور ۱۰ جنوری۔ ریاست خیرپور میں گیہوں کی فصل کو بہتر بنانے کیلئے کاشتکاروں میں ساڑھے تین ہزار من امونیم سلفیٹ تقسیم کی گئی ہے۔ کاشتکاروں کو اصل قیمت کا صرف چالیس فیصدی حصہ ادا کرنا پڑے گا۔

یوگوسلاویہ کو مزید فوجی امداد دی جائے

حکومت امریکہ سے یوگوسلاویہ کی درخواست

واشنگٹن ۱۰ جنوری۔ امریکہ میں یوگوسلاویہ کے سفیر نے کہا ہے کہ حکومت یوگوسلاویہ نے حکومت امریکہ سے درخواست کی ہے کہ اسے اور فوجی امداد دی جائے۔ کیونکہ روس اور مشرقی یورپ کے ممالک کی طاقت روز بروز بڑھ رہی ہے جس سے یوگوسلاویہ پر حملے کا خطرہ بڑھ گیا ہے۔

لیڈی کرپس ڈھاکہ روانہ ہو گئیں

کراچی ۱۰ جنوری۔ لیڈی کرپس جو آجکل پاکستان کا دورہ کر رہی ہیں مشرقی پاکستان کے ایک ہفتہ کے دورہ پر آج کراچی سے ڈھاکہ روانہ ہو گئیں۔

ایڈیٹر :- روشن دین تنویر بی۔اے۔ ایل۔ایل۔بی
مسعود احمد پرنٹر و پبلشر نے پاکستان پرنٹنگ ورکس میں طبع کرا کر ۳ میکلگن روڈ لاہور سے شائع کیا

تین سو سال نہیں گزرینگے کہ دنیا میں بجز اسلام کے اور کوئی مذہب قابل ذکر حالت میں باقی نہ رہیگا

درویشان قادیان کے ذریعہ ہندوستان میں تبلیغ و اشاعت کا نظام از سر نو قائم ہو چکا ہے

سفر قادیان کے روح پرور حالات کے متعلق امیر قافلہ چودھری اسد اللہ خان کا ایمان افروز لیکچر

لاہور ۱۰ جنوری۔ گزشتہ جمعہ کی شام کو احمدیہ انٹر کالجیئٹ ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام زیارت قادیان کے ایمان افروز حالات بیان کرتے ہوئے مکرم جناب چوہدری اسد اللہ خان صاحب نے اس امر پر انتہائی خوشی کا اظہار فرمایا۔ کہ درویشان قادیان کی مٹھی بھر جماعت کے ذریعہ ہندوستان میں تبلیغ و اشاعت کا نظام از سر نو قائم ہو چکا ہے۔ آپ نے فرمایا ہمارے دل اس یقین سے لبریز ہیں۔ کہ عنقریب وہ علاقے بھی جو اسلام کے روحانی ورثہ سے خالی ہو چکے ہیں، خدا اور اسکے رسول کے ذکر سے پھر معمور ہو جائیں گے۔ وہاں ہم نے خود اس امر کو محسوس کیا ہے کہ خدائی تصرف کے تحت غیر مسلموں کے ہر طبقہ میں اسلام کا اثر و نفوذ بڑھتا جا رہا ہے۔ اور وہ لوگ بھی جو پہلے اسلام کا نام سننے کے لئے تیار نہ تھے۔ اب درویشان قادیان کے پاک نمونہ سے متاثر ہو کر اسلام کے قریب آتے جا رہے ہیں۔

مکرم چوہدری اسد اللہ خان صاحب اس قافلے کے امیر تھے۔ جو اس مرتبہ دسمبر کے آخر میں زیارت کی غرض سے قادیان گیا تھا۔ آپ کی یہ ایمان افروز تقریر مکرم میاں غلام محمد صاحب اختر کی صدارت میں قریباً ڈیڑھ گھنٹے تک جاری رہی، ہال حاضرین سے بھرا ہوا تھا۔ اور سامعین کی یہ حالت تھی۔ کہ وہ قادیان کے روح پرور حالات سننے کے لئے ہمہ تن گوش بنے ہوئے تھے۔

میدان تبلیغ کی وسعت

دوران تقریر میں مکرم چوہدری صاحب نے درویشوں کے عملی نمونے ان کی تبلیغی جدوجہد اور اس کے خوشکن اثرات پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور اسی ضمن میں فرمایا غیر اسلامی ماحول میں درویشوں کی بستی کا موجود ہونا اور اپنے کردار سے اس ماحول کو متاثر کرنا صاف اس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ کہ آج اگر دنیا میں اسلام زندہ رہ سکتا ہے۔ تو اس جماعت کی مجاہدانہ کوششوں کے ذریعہ ہی رہ سکتا ہے۔ جسے خدا نے اس زمانہ کے مصلح حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھوں قائم کیا ہے۔ تقریر جاری رکھتے ہوئے آپ نے فرمایا۔ اس میں شک نہیں کہ مرکز سے جدائی پر ہمارے دل افسردہ ضرور ہیں۔ لیکن اس میں بھی خدا تعالے کی ایک حکمت کارفرما تھی۔ اس نے اپنی وراء الورٰی حکمتوں کے تحت ایک وسیع علاقے کو اسلام کے روحانی ورثہ سے خالی کر کے اور وہاں درویشوں کے وجود میں ایک مختصر سی جماعت باقی رکھ کر تبلیغ کا میدان بے انتہا وسیع کر دیا۔ ہو سکتا تھا کہ اگر ہم مرکز میں ہی مقیم رہتے۔ تو تبلیغ سے غافل ہو جاتے۔ خدا نے عارضی جدائی ڈال کر ہمیں بیدار کر دیا۔ اور ساتھ ہی ایسے حالات بھی پیدا کر دیے۔ کہ ہم تبلیغ کے مواقع سے فائدہ اٹھاتے چلے جائیں۔ چنانچہ ہمارا ایمان ہے۔ کہ غلبۂ اسلام کے وہ وعدے جو خدا تعالے نے اپنے پیارے مسیح سے کئے تھے عنقریب پورے ہوں گے۔ اور تین سو سال نہیں گزریں گے کہ دنیا میں بجز اسلام کے اور کوئی مذہب قابل ذکر حالت میں باقی نہ رہے گا۔ دوسرے مذاہب والے ہوں گے۔ لیکن نہایت قلیل تعداد میں

درویشوں کا پیغام

درویشوں کی قابل رشک زندگی اور ان کے جذبۂ قربانی کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے مکرم چوہدری صاحب نے نہایت پر درد الفاظ میں احباب جماعت تک ان کا محبت بھرا پیغام پہونچایا۔ آپ نے بتایا کہ درویشوں نے احباب کو یہی پیغام بھیجا ہے۔ کہ آپ انہیں ہرگز نہ دعاؤں میں ہمیں نہ بھولیں۔ ہمارے دل مسرت سے لبریز ہیں کہ خدمت دین کی توفیق ہمیں مل رہی ہے۔ اور اس نے خدمت کا موقعہ عطا فرما کر ہمیں حصول رضا کے بہترین مواقع عطا کئے ہیں۔ ہم ہر طرح خوش ہیں، البتہ آپ کی دعاؤں کے طالب ضرور ہیں۔ یہ پیغام پہونچانے کے بعد مکرم چوہدری صاحب نے کہا فی الحقیقت کسی درویش کے چہرے پر افسردگی نہ تھی۔ وہ سب بشاش تھے۔ اور اس نشہ میں سرشار کہ انہیں شعائر اللہ کی حفاظت کا موقعہ مل رہا ہے۔ اور خدا اور اس کے رسول کا نام بلند کرنے کی سعادت ان کے حصہ میں آ رہی ہے۔

علمی ترقی

درویشان قادیان کے ذکر و فکر اور علمی مشاغل کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا ہمارے درویش بھائی ہر آن دین کی خدمت میں مصروف ہیں۔ اور ساتھ کے ساتھ علمی لحاظ سے ترقی کرنے کی فکر انہیں دامنگیر ہے۔ چنانچہ جو چیز میرے لئے انتہائی مسرت کا باعث ہوئی۔ وہ یہ تھی کہ ڈسکہ کا ایک نوجوان درویش پہلے علم سے بالکل کورا تھا۔ اور اپنے پیشے کے اعتبار سے حصول علم کی طرف اس کا مائل ہونا ممکن نظر نہ آتا تھا۔ لیکن درویشی کی حالت میں اسے لکھنے پڑھنے اور دین کا علم حاصل کرنے کی طرف توجہ پیدا ہوئی۔ اس نے علم حاصل کیا اور اتنا حاصل کیا کہ اسے مبلغ بنا کر ہندوستان کے ایک علاقے میں بھیج دیا گیا۔ وہاں خدا نے اس کی تبلیغی کوششوں میں برکت دی اور اس نوجوان کے ذریعہ جو پہلے علم سے بالکل کورا تھا خدا نے سات خاندانوں کو قبول حق کی توفیق عطا فرمائی۔ جن کے افراد کی تعداد ۷۰ کے قریب بنتی ہے۔

یہ ایک خدا تعالے کا خاص فضل ہے کہ اس نے ایک نوجوان کی قربانی قبول کی۔ اسے دولت علم سے مالا مال کیا۔ اور پھر دوسرے لوگوں کو بھی اس کے ذریعہ قبول حق کی توفیق عطا فرمائی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ جو شخص اپنے آپ کو دین کے لئے وقف کرتا ہے۔ خدا تعالے کی غیرت یہ کبھی گوارا نہیں کرتی، کہ اسے ضائع ہونے دیا جائے خدا خود اس کا متکفل ہوتا ہے۔ اور اس سے وہ کام لیتا ہے۔ کہ دنیا حیران رہ جاتی ہے۔

احسان کا بدلہ

غیر مسلموں کے ساتھ درویشوں کے تعلقات پر روشنی ڈالتے ہوئے مکرم چوہدری صاحب نے بتایا کہ جب ابتدائی ایام میں ہندو اور سکھ تارکین وطن وہاں پہونچ کر آباد ہوئے تو انسانی ہمدردی کے طور پر درویشوں نے حسب توفیق ان کی امداد کی انہیں کپڑے اور برتن وغیرہ مہیا کئے۔ اس کا ان پر بہت گہرا اثر ہے۔ چنانچہ جب ابتداً درویشوں کو بائیکاٹ وغیرہ کے باعث تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ تو ایک غیر مسلم ضعیف خاتون نے درویشوں کے ساتھ نہایت اچھا سلوک روا رکھا۔ اور دوسروں کو بھی درویشوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کی ترغیب دلائی۔ مکرم چوہدری صاحب نے درویشوں کے ساتھ اس ضعیفہ کے مشفقانہ سلوک کے بعض نہایت پر اثر واقعات بیان کئے۔ اور اس کے نتیجہ میں خود اس ضعیفہ پر بعض خدائی نوازشات کا بھی ذکر کیا۔ جو سامعین کے لئے بہت ازدیاد ایمان کا موجب ہوئیں۔

آپ نے بتایا کہ وہ ضعیفہ درویشوں کے ساتھ بیٹیوں کا سا سلوک کرتی ہے۔ اور جب کسی درویش کی شادی ہوتی ہے۔ تو وہ اس کی بیوی کو اپنی بہو سمجھ کر اسے ہر قسم کا آرام پہونچاتی ہے۔ اور ساس بن کر چند دن تک اس کے گھر کا کام کاج خود کرتی ہے۔ ابتدا میں جب درویشوں نے بہشتی مقبرے کے گرد کچی چار دیواری تعمیر کی۔ تو اس نے اپنی زمین سے چار دیواری کے لئے نہایت خوشی سے مٹی مہیا کی۔ حالانکہ بعض لوگ اسے منع بھی کرتے رہے۔ اللہ تعالے نے کئی رنگ میں اسے اس کا اجر عطا فرمایا۔

دعا

سفر کے بابرکت ہونے کے متعلق جو دعائیں کی گئی تھیں۔ ان کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے بتایا کہ اس مرتبہ آپ کی درخواست پر حضور نے لاہور سے قافلے کی روانگی کے وقت ربوہ میں خصوصیت سے دعا فرمائی۔ چنانچہ حضور کی دعاؤں ہی کا یہ اثر تھا، کہ خدا تعالے کے فضل سے لاہور سے قادیان تک اور واپسی میں بھی اہل قافلہ کو کسی مشکل سے دوچار ہونا نہیں پڑا اور تمام سفر بفضلہ تعالے نہایت خیر و خوبی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔

آخر میں صدر جلسہ میاں غلام محمد صاحب اختر نے ایک مختصر سی تقریر میں ان خدائی حکمتوں پر روشنی ڈالی جو ہجرت میں مضمر تھیں۔ آپ نے فرمایا ہجرت میں دوسری حکمتوں کے علاوہ قادیان کی مرکزیت کا اظہار بھی مقصود تھا۔ کہ یہ مقدس مقام ہر حال میں اسلام کی اشاعت کا مرکز رہے گا چنانچہ برصغیر میں ایک سیاسی انقلاب رونما ہوا۔ سارا مشرقی پنجاب مسلمانوں سے خالی ہو گیا۔ جماعت کو وہاں سے ہجرت بھی کرنا پڑی۔ لیکن پھر بھی خدائی مشیت کے تحت مسیح پاک کے درویش وہاں جمے رہے انہوں نے تھوڑے ہی عرصہ میں تبلیغ اسلام کا نظام

(باقی صـ۸ کالم ۲ نیچے)

روزنامہ — الفضل — لاہور

مورخہ ۱۰ جنوری

مسلم لیگ کے حامی علماء کے لئے قابلِ غور

مولوی حسین احمد مدنی نے مسلم لیگ میں مسلمانوں کی شرکت کو حرام قرار دیتے ہوئے جو فتوےٰ تقسیم سے پہلے دیا تھا۔ اس کا جواب مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی نے مندرجہ ذیل الفاظ میں دیا تھا۔

"میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ تمام امور سے قطع نظر کرکے اگر لیگ کے وجود سے اتنا کام ہوگیا کہ مسلم قوم کی مستقل ہستی اور اس کی غیر مخلوط صاف آواز ہر انگریز اور ہندو دونوں کے نزدیک تسلیم ہوگئی۔ اور تھوڑی سی مدت میں بدوں بہت زیادہ نقصان اٹھائے دنیا نے ہندوستان کے اندر ایک تیسری طاقت کا اعتراف کرلیا۔ بلکہ لیگ اور کانگرس کو صلح یا جنگ کے ہر معاملہ میں ایک صف میں دوش بدوش کھڑا کیا جانے لگا۔ تو کیا یہ فائدہ شرعی اور سیاسی نقطۂ نظر سے کچھ کم ہے۔" (رہبر دکن حیدرآباد مورخہ ۲۹ اکتوبر ۱۹۴۵ء)

آل انڈیا جمعیۃ العلماء کی جو کانفرنس ۲۶-۲۹ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو کلکتہ میں منعقد ہوئی جس میں پانچ سو سے اوپر علماء مشائخ تمام اطراف ہند سے جمع ہوئے اور پچاس ہزار سے اوپر مسلمان جس میں شریک ہوئے اس میں مولوی ظفر احمد صاحب تھانوی خلیفہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کی صدارت میں منجملہ دیگر تجاویز کے ایک قرارداد ۲۸ اکتوبر کو یہ پاس ہوئی کہ

"مسلم لیگ مسلم ہند کی نمائندہ ہے۔ آل انڈیا جمعیۃ علماء اسلام کا یہ اجلاس آل انڈیا مسلم لیگ کو ملت اسلامیہ ہند کی واحد نمائندہ سیاسی قومی مجلس اور سیاسی ترجمان تسلیم کرتا ہے۔ اور تمام برادران اسلام سے عموماً اور علماء مشائخ سے خصوصاً درخواست کرتا ہے۔ کہ وہ مسلم لیگ اور اس کے اصول حقہ کی ہر طرح تائید فرمائیں۔ اور مسلمانوں کی اجتماعی اور ملی آواز کو مضبوط سے مضبوط تر بنائیں۔"

مندرجہ بالا ہر دو اقتباسات سے واضح ہوتا ہے۔ کہ تقسیم ملک سے پہلے برصغیر ہند میں مسلمان علماء کے دو بڑے بڑے گروہ تھے۔ ایک گروہ مسلم لیگی اور ایک گروہ کانگرسی۔ مسلم لیگی علماء تمام فرقہ ہائے اسلام کو ایک ہی متحدہ محاذ میں لانا چاہتے تھے۔ ان کا ایمان تھا کہ جب تک تمام مسلمان مسلم لیگ کے اصول اتحاد پر کاربند ہو کر متحدہ جدوجہد نہ کریں گے۔ وہ حصول پاکستان میں کامیاب نہیں ہوسکتے۔ اس کے برخلاف کانگرسی علماء کا گروہ مسلمانوں کو مسلم لیگ سے پھاڑ کر مسلمانوں کے متحدہ محاذ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینا چاہتا تھا۔ اور چاہتا تھا۔ کہ مسلمان کانگرس کے حامی ہوکر متحدہ ہندوستان کی آزادی کے لئے جدوجہد کریں۔ کانگرسی علماء میں بڑے بڑے علماء مثل مولوی ابوالکلام صاحب آزاد، مولوی حسین احمد صاحب مدنی وغیرہ شامل تھے۔

ان آخر الذکر علماء نے بعض ایسی مسلمان کہلانے والی جماعتوں کو اپنے ساتھ ملایا ہوا تھا۔ جن کا کام اجرت پر مسلمانوں میں انتشار پھیلانے کے سوا کچھ نہیں تھا۔ ان میں سے مجلس احرار اسلام پیش پیش تھی۔ مجلس احرار تو علی الاعلان کانگرسی تھی مگر مسلمانوں کے اتحاد کی دشمن ایک اور جماعت بھی تھی۔ جو بظاہر تو کانگرس کے ساتھ نہ تھی۔ مگر مسلمانوں کے تمام فرقوں میں سیاسی اتحاد کے خلاف اپنے خود ساختہ اسلام کا علمبردار ہونے کی دعویدار تھی۔ یہ جماعت مودودیہ تھی۔ اس جماعت کے امیر مودودی صاحب نے بھی کھلم کھلا مسلم لیگی علماء کے فیصلہ سے بغاوت کی اور اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد جدا بناتے ہوئے اعلان کیا کہ پاکستان کے لئے جدوجہد حماقت کے سوا کچھ نہیں مسلم لیگ کو ووٹ دینا حرام ہے۔

آل انڈیا جمعیۃ علمائے اسلام کی مندرجہ بالا قرارداد کے بعد بہت سے خدا ترس۔ ہر فرقہ شیعہ سنی۔ وہابی۔ دیوبندی وغیرہم کے علماء مسلم لیگ کے حامی بن گئے۔ مگر احراری مولوی اور مودودیے ویسے کے ویسے ہی اکڑے رہے۔ تاآنکہ ان کی مخالفت کے باوجود خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے پاکستان بن گیا۔

قائداعظم مرحوم نے تقسیم سے پہلے اور اس کے بعد ایک دو دفعہ نہیں کئی بار کھلے الفاظ میں اعلان کیا کہ پاکستان کا آئین کتاب و سنت کے مطابق بنایا جائے گا۔ انہوں نے یہاں تک فرمایا۔ کہ پاکستان کے آئین کی ہمیں فکر ہی کیا ہے۔ ہمارا آئین تو پہلے ہی بنا بنایا قرآن کریم میں موجود ہے۔ چنانچہ اگرچہ اپنے اس قول کو عملی صورت میں دیکھنے کیلئے قائداعظم مرحوم زندہ نہ رہے۔ مگر ان کے جانشینوں نے آپ کے قول کو عملی جامہ پاکستان اسمبلی میں قرارداد مقاصد پاس کرکے پہونچایا۔

یہ عظیم الشان کام مسلم لیگی زعماء نے جن میں مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی۔ مولوی ظفر احمد صاحب اور دیگر مسلم لیگی علماء بھی شامل ہیں سرانجام دیا۔ مگر یہ کتنی ستم ظریفی ہے۔ کہ آج مولوی شبیر احمد عثمانی تو رحلت فرما گئے۔ مگر مولوی ظفر احمد صاحب اور بعض دیگر مسلم لیگی علماء جنہوں نے مسلمانوں کے تمام فرقوں کے اتحاد سے پاکستان جیتا۔ وہ مودودیوں اور احراریوں ایسے انتشار پسند ازلی دشمنان پاکستان علماء کے ہاتھوں میں آلہ کار بن گئے ہیں۔ کیا یہ حیرت ناک نہیں ہے۔ وہ علمائے اسلام جو تقسیم سے پہلے ان فرقہ پرست علماء کو سبق پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے تھے۔ آج خود ہی ان کے مرغانِ دست آموز بن گئے ہیں۔ اور اپنے کئے کرائے پر خود ہی پانی پھیر رہے ہیں۔

بے شک پاکستان اسلام کے لئے حاصل کیا گیا ہے۔ لیکن ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ جن اصولوں پر پاکستان کا قیام ممکن ہوا ہے۔ انہیں اصولوں کی پیروی سے مسلم لیگی حکومت یہاں اسلام کا قیام و استحکام بھی کرسکتی ہے۔ اور ہمیں دھوکا نہیں کھانا چاہیئے اور یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ یقیناً جس طرح فرقہ پرست علماء پہلے دشمن پاکستان تھے۔ اسی طرح اب بھی وہ پاکستان میں قیام اسلام کے بھی دشمن ہیں۔ اس لئے لازم ہے کہ جس طرح مسلم لیگی علماء نے قیام پاکستان کے لئے تمام فرقوں کے اتحاد کے لئے جدوجہد کی تھی۔ اور تمام انتشار پھیلانے والے اور فرقہ پرستی کا فتنہ جگانے والوں سے علیحدہ ہوگئے تھے۔ اسی طرح آج بھی کریں۔ کیونکہ اسلامی حکومت کے قیام کے لئے جب تک ان انتشار پسند عناصر سے وہ اپنے آپ کو علیحدہ نہیں رکھیں گے۔ اس وقت تک وہ کامیاب نہیں ہوں گے۔ بلکہ ہمیں ڈر ہے۔ کہ وہ ان انتشار پھیلانے والے عناصر کے ہاتھ میں کھلونا بنے رہیں گے۔ تو یہ عناصر اپنے شنیع ارادوں میں کامیاب ہوجائیں گے۔ جو ان کے تقسیم سے پہلے تھے۔ اور جو اب بھی ان کے سینے میں موجزن ہیں۔ اگرچہ مصلحتاً وہ انہیں چھپائے ہوئے ہیں جس طرح پاکستان کسی خاص فرقہ کی فقہ کے مطابق عمل کرکے حاصل نہیں ہوسکتا تھا اسی طرح یہاں آئین بنا کر اسلامی حکومت قائم نہیں ہوسکتی۔ اس لئے لازم ہے کہ جس طرح مسلم لیگی علماء قیام پاکستان کے لئے فرقہ پرستی سے بالا ہوکر ایک متحدہ محاذ پر جمع ہوگئے تھے۔ اسی طرح اسلامی آئین کے لئے بھی فرقہ پرستی سے بالا ہوکر متحد ہوجائیں۔ اور جو علماء فرقہ پرستی کو آئین ریاست میں راہ دینا چاہتے ہیں۔ اب بھی ان کو ویسا ہی دشمن اسلام سمجھیں۔ جیسا کہ پہلے انہیں سمجھا گیا تھا۔ جن کے ارادے پہلے خیر نہیں تھے۔ اب ان کی نیتیں کس طرح خیر ہوسکتی ہیں؟

مودودی صاحب کے نو نکاتی مطالبہ صاف صاف ان کے دلی کوڑھ کی غمازی کررہا ہے۔ ایسے فرقہ پرست شخص کی راہ نمائی قبول کرنا یا مشورہ ہی قبول کرنا اس بات کا نشان ہے کہ مسلم لیگی علماء اپنا وہ موقف کھو بیٹھے ہیں۔ جس اسلامی فرقوں کے اتحاد کے موقف پر قائداعظم نے ان کو کھڑا کیا تھا۔

اگر یہ خیال ہو کہ مودودی صاحب محمد علی جالندھری احسان احمد شجاع آبادی حافظ کفایت حسین وغیرہم عالم ہیں اس لئے ان کا مشورہ لے لیا تو کیا ہوا اس لحاظ سے تو پھر مولوی ابوالکلام آزاد مولوی حسین احمد مدنی۔ اور سینکڑوں اور کانگرسی علماء بھی ہیں۔ جو ان سے بھی بڑھ کر عالم ہیں۔ البتہ فرق صرف یہ ہے کہ وہ ہندوستان میں رہ گئے۔ اور ان کو پاکستان میں بھیجدیا۔ ورنہ ان میں اور ان میں کوئی فرق نہیں۔ نہ وہ مسلم لیگ کے اصولوں کو مانتے ہیں۔ اور نہ یہ مانتے ہیں:

تحریک جدید کے وعدوں کے متعلق

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کی ہدایت

"اب دوست صرف یہ نہ کریں کہ جو لوگ اس میں حصہ لیتے ہیں۔ ان سے وعدے لے کر بھجوا دیئے جائیں۔ بلکہ ہر بالغ احمدی کو تحریک جدید میں شامل کریں۔ بلکہ نابالغ بچوں کو بھی تحریکِ جدید میں شامل کرسکتے ہیں۔ تا انہیں احساس رہے کہ انہوں نے بڑے ہوکر اسلام کی اشاعت میں حصہ لینا ہے۔"

(سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز)

فریضۂ زکوٰۃ کی اہمیت

(از مکرم ناظر صاحب بیت المال صدر انجمن احمدیہ پاکستان)

(۲)

پس آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے واضح ہو چکا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحب نصاب کے لئے زکوٰۃ کے ادا نہ کرنے کو سخت جرم قرار دیکر اس پر سخت وعید بیان فرمائی ہے۔ اور وہ شخص نہایت ہی بدبخت ثابت ہوا۔ کہ جس نے زکوٰۃ ادا نہ کرنے کی وجہ سے دنیا میں بھی اپنے مال کو تباہ و برباد کر دیا۔ اور آخرت میں بھی وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے فرمان کے مطابق سخت عذاب میں مبتلا رہا۔ گویا کہ ایسا شخص خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق بنا۔ پس ان حالات میں ضروری ہے۔ کہ ہماری جماعت کے تمام وہ افراد جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے شرعی نصابِ زکوٰۃ کا مالک بنایا ہے۔ وہ اپنے اس شرعی فرض کو پہچانیں۔ اور اسلامی شریعت کی پابندی کرتے ہوئے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کریں اور اس طرح خدا اور اس کے رسول کے حکم کو ماننے والے اور بنی نوع انسان کے ساتھ ہمدردی اور احسان کرنے والے اور اپنے آپ کو دنیاوی خسران اور اُخروی عذاب سے بچانے والے قرار پائیں۔

اس زمانہ میں عام مسلمانوں نے جہاں اسلام کے اور ارکان کو چھوڑ کر بہت سے خلاف شرع دستور و رسوم اختیار کر لئے ہیں۔ وہاں زکوٰۃ کو بھی ترک کر دیا ہے۔ اور دولت کم ہونے کے اندیشہ سے انہوں نے زکوٰۃ دینی چھوڑ دی۔ جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ان سے دولت ایسی چھینی۔ کہ اب دنیا میں سب سے زیادہ مفلس قوم اگر کوئی ہے۔ تو وہ مسلمان ہی ہیں چونکہ احمدی جماعت کا بھی اکثر حصہ عام مسلمانوں سے ہی آیا ہے۔ اس لئے بعض احمدی احباب سے زکوٰۃ کی ادائیگی میں وہ چستی ظاہر نہیں ہوتی جو کہ ہونی چاہیئے۔ میں ایک عرصہ سے زکوٰۃ کے متعلق صحیح اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا ہوں اور اس وقت تک جو حالات معلوم ہوئے ہیں۔ ان سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہماری جماعت سے کم از کم تین لاکھ روپیہ سالانہ مد زکوٰۃ میں وصول ہونا چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے قریباً ہر گھر سے کچھ نہ کچھ زکوٰۃ نکل سکتی ہے۔ بہت سے زیورات ہیں۔ جن کی زکوٰۃ نہیں دی جاتی اکثر ایسی تجارتیں ہیں۔ جن پر ادائیگی زکوٰۃ لازمی ٹھہرتی ہے۔ اور ایسے کارخانے ہیں۔ کہ جن پر ادائیگی زکوٰۃ ضروری ہو چکی ہوئی ہے۔ بعض زمیندار اصحاب ایسے ہیں۔ جن پر زکوٰۃ کی ادائیگی لازم ہو چکی ہوئی ہے۔ مگر مجھے افسوس سے لکھنا پڑا ہے کہ وہ دوست اس فریضہ کے بجا لانے سے پہلوتہی اور غفلت اختیار کر رہے ہیں۔ حالانکہ ایسے دوستوں کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ جب حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد عرب کے اکثر قبائل نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسے لوگوں کے ساتھ نہایت سختی سے جنگ کی۔ اور فرمایا۔ کہ اگر یہ لوگ اونٹ کا ایک گھٹنا باندھنے والی رسی (عقال) یا زکوٰۃ کا کوئی حصہ دینے سے بھی انکار کریں گے۔ تو میں ان سے جنگ کروں گا۔ اور اسی طرح سے انہوں نے نادہندگان سے زکوٰۃ وصول کی۔ اور تاریخ اسلام میں سوائے اس فریضہ کے اور کسی فریضہ کی عدم ادائیگی کی وجہ سے جنگ کا ہونا ثابت نہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس فرض کی ادائیگی اسلامی قصر کی عملی تکمیل کے لئے اشد ضروری ہے۔

اس سلسلہ میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک تاکیدی ارشاد بھی درج کئے دیتا ہوں۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی کتاب کشتی نوحؑ میں اپنی جماعت کو تاکید فرماتے ہیں:۔

"اے وے تمام لوگو! جو اپنے تئیں میری جماعت شمار کرتے ہو۔ آسمان پر تم اس وقت میری جماعت شمار کئے جاؤ گے۔ جب سچ مچ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے۔ سو اپنی پنجوقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور سے ادا کرو۔ کہ گویا تم خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہو۔ اور اپنے روزوں کو خدا کے لئے صدق کے ساتھ پورے کرو۔ ہر ایک جو زکوٰۃ دینے کے لائق ہے وہ زکوٰۃ دے اور جس پر حج فرض ہو چکا ہے اور کوئی مانع نہیں وہ حج کرے"

(کشتی نوح صفحہ ۱۶ سائز کلاں)

زکوٰۃ ادا کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے۔ قد افلح المومنون الذین ھم فی صلوٰتھم خاشعون۔ والذین ھم عن اللغو معرضون والذین ھم للزکوٰۃ فاعلون (پ ۱۸-ع ۱) جس سے ظاہر ہے۔ کہ زکوٰۃ دینے والے مومن لوگ دنیا اور آخرت میں کامیاب رہیں گے۔ جس کی تائید اس آیت سے بھی ہوتی ہے۔ الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم بالآخرۃ ھم یوقنون۔ اولٰئک علیٰ ھدی من ربھم واولٰئک ھم المفلحون ○ (پ ۲۱-ع ۱) جس سے ظاہر ہے۔ کہ نمازیں اور زکوٰۃ ادا کرنے والے لوگ ہی خدا تعالیٰ کی حقیقی ہدایت پر ہیں۔ اور وہی کامیاب رہنے والے ہیں۔ اس کی مزید تائید بخاری شریف کی ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔ کہ ایک شخص نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ وہ کونسا عمل ہے۔ کہ جس کو اختیار کرنے سے آخرت میں کامیاب ہو جاؤں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جن امور کا ذکر فرمایا۔ ان میں سے ایک زکوٰۃ بھی تھی۔

پس ادائیگی زکوٰۃ کی اہمیت بیان کرنے کے بعد مختصر طور پر گذارش کی جاتی ہے۔ کہ چونکہ یہ اہم فرض ہے۔ اور اس کی ادائیگی کی ذمہ داری ہر فرد پر ہی نہیں۔ بلکہ امام اور خلیفۂ وقت پر بھی پڑتی ہے بالخصوص ایسے وقت میں یہ ذمہ داری اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ جب کہ غرباء و مساکین کی ضروریات پوری نہ ہوں۔ اور ان کو محض اس لئے تکلیفات پہنچیں۔ کہ بعض مسلمان اپنے نہایت اہم فرض کی ادائیگی میں کوتاہی کریں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے زکوٰۃ کی وصولی ناظر بیت المال کے سپرد کی ہے۔ اور یہ عاجز اس ذمہ داری کو اس تحریر کے ذریعہ سب عہدہ دار اور ذی اثر احباب جماعت ہائے احمدیہ بلکہ ہر بزرگ خاندان و دیگر افراد پر بھی عائد کرتا ہے۔ کہ وہ اپنے اپنے حلقہ میں سب دوستوں کی ادائیگی زکوٰۃ کا اپنے آپ کو ذمہ دار خیال فرمائیں۔ اور جہاں جہاں کوتاہی ہوتی دیکھیں۔ اس کو پورا کرنے کی سعی فرمائیں۔ اور اگر نہ پورا کر سکیں۔ تو اس علاقہ کے اور زیادہ اثر والے دوستوں کو مطلع کریں اور اگر ضرورت پڑے تو اس عاجز کو بھی اطلاع دیں۔ تاکہ جہاں کی وصولی زکوٰۃ کا انتظام ہم سے نہ ہو سکے۔ تو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں عرض کر دی جائے۔ غرض جب تک ایسا نہ کرینگے سب دوستوں پر اس اہم فریضۂ اسلام کی تکمیل کی ذمہ داری قائم رہے گی۔ نہ صرف اپنی ذات کے لئے بلکہ جملہ متعلقین۔ پڑوسی اور دوست و آشنا کے لئے بھی جن کو وہ تحریک کر سکتے تھے اور نہیں کی۔ یا جن کو تحریک کی۔ اور کچھ اثر نہ ہوا۔ تو اوپر کسی کو اطلاع نہیں دی۔ اور زکوٰۃ نہ ادا ہوتے ہوئے دیکھ کر خاموش رہے۔ ان سب حالات میں ان احباب پر ذمہ داری رہے گی۔ جو کسی قسم کی مدد تحریک یا اطلاع ادائیگی زکوٰۃ کے متعلق کر سکتے تھے۔ اور نہیں کی۔ اس ذمہ داری کو اٹھانے کے لئے الفضل میں مفصل مسائل زکوٰۃ درج کئے جا چکے ہیں۔ تا اس فرض کی ادائیگی کے لئے کسی کو عدم علم کا عذر نہ ہو۔ اور تحریک کرنے والے احباب کے لئے بھی آسانی ہو جائے۔

قیام مجالس انصار اللہ اور عہدہ داران انصار کا تقرر

مندرجہ ذیل جماعتوں میں مجالس انصار اللہ۔ اُن کے عہدہ داران کا تقرر عمل میں لایا گیا ہے۔ احباب جماعت کی خدمت میں درخواست ہے۔ کہ عہدہ داران انصار کے ساتھ اُن کے فرائض منصبی کی سرانجام دہی میں تعاون فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

نام جماعت جہاں مجلس انصار اللہ قائم کی گئی	نام عہدہ داران انصار جن کا تقرر عمل میں لایا گیا	
بھاگو ضلع سیالکوٹ	زعیم انصار	چوہدری غلام نبی صاحب
چاہ احمدیہ والا ضلع ملتان	"	چوہدری امام الدین صاحب
کرتارپور ضلع لائلپور	"	چوہدری محمد حسین صاحب
چک ۲۷۶ رکھ گوکھووال ضلع لائلپور	"	اے۔ ایم۔ ایچ حیدر صاحب بی۔ اے

(قائد انصار اللہ مرکزیہ)

منشی کرم علی صاحب کاتب مرحوم مغفور

از جناب قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل لاہور

ایک وقت تھا کہ قادیان میں نہ کوئی پریس تھا نہ کاتب۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنے مسودات طبع کرانے کے لئے امرتسر جانا پڑتا بعض اوقات پا پیادہ ہی چل پڑتے۔ اس قسم کی دقتوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے آخر قادیان پریس دستی قائم ہو گیا۔ ابتداء میں حضرت پیر سراج الحق نعمانی و حضرت پیر منظور احمد صاحبان کتابت کی خدمات بجا لاتے۔ امرتسری کاتب بھی۔ اسی سلسلہ میں منشی کرم علی صاحب بھی آ پہنچے۔ اور قادیان کے ہو رہے غیر احمدی کاتب اول تو آتے ہی نہ تھے۔ پھر باوجود ڈبل اجرت اور کھانے وغیرہ کی امداد کے ٹھہرتے نہیں تھے۔ منشی کرم علی صاحب کا خط بہت شستہ تھا ریویو آف ریلیجنز اردو کی کتابت وہی کرتے تھے خط معکوس میں بھی ان کو قابل تعریف دسترس حاصل تھی۔ جس سے سنگسازی کی مشکلات حل ہو گئیں۔ میں نے دیکھا کہ حقیقۃ الوحی چھپ رہی تھی۔ چھاپنے والے مرزا اسماعیل بیگ تھے جو حضور کے بچپن کے خادم تھے پروف حضور نے بہ ملاحظہ فرما کر واپس بھیجا۔ تو قریباً آدھا صفحہ عبارت بڑھا دی۔ منشی صاحب نے بلا تکلف پتھر پر الٹا لکھا۔ چنانچہ جس خوبی سے یہ کام کیا گیا۔ حقیقۃ الوحی طبع اول کے صفحات سے فنی واقفیت والے دیکھ کر داد دے سکتے ہیں۔ پھر حضور کا منشاء تھا کہ چراغ الدین جمونی وغیرہ کی تحریروں کا عکس چھپے لاہور سے فوٹو کرانے میں کئی دقتیں تھیں۔ جلدی بھی تھی۔ منشی صاحب نے باریک کاغذ کاپی کے طور پر رنگ کر اسے اصل تحریر پر رکھکر عکس لے لیا۔ اور یوں بلا خرچ بہت جلد یہ کام بھی ہو گیا۔ منشی صاحب نے اپنے کئی شاگرد بھی تیار کئے بالخصوص منشی محمد حسین صاحب کاتب بدر جو آخری دم تک بدر اور الفضل لکھتے رہے اور سنگسازی بھی کرتے رہے۔ انہی کے فرزند احمد حسین نام آجکل الفضل کے ہیڈ کاتب ہیں لیتھو پریس میں اصلاح سنگ بہت ضروری ہے اور احمدیہ تصانیف و اخبارات جنمیں زیادہ حصہ قرآن مجید کی آیات و احادیث اور دینی معلومات کا ہوتا ہے۔ اس کی اصلاح بھی دو چار احمدی کرتے تھے۔ لاہور میں اب دقت پیش آ رہی ہے کاپی جواز جاتی ہے یا اس میں کچھ غلطیاں رہ جاتی ہیں تو اصلاح نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ سنگساز دینیات عربی اور ہمارے لٹریچر سے ناواقف ہیں۔ اور وہ کچھ کا کچھ بنا دیتے ہیں اگر بنائیں۔ ورنہ اول تو بناتے ہی نہیں۔ جب ریویو اردو کا چارج مجھے دیا گیا تو منشی صاحب کی نظر کمزور ہو چکی تھی۔ اور ہاتھ مضبوط نہیں رہا تھا۔ اسلئے جب ان کو معلوم ہوا کہ میں کتابت کا کچھ اور انتظام کرنا چاہتا ہوں تو وہ بیرونی محلہ سے جہاں ایک معمولی سا مکان بنا لیا تھا۔ دفتر میں آئے اور پاس بیٹھ کر مجھے کہا۔ میری طرف دیکھئے۔ اور میری گزارش سنئے۔ میں نے بچشم پر آب آپ سے یہ خواہش سنکر ریویو کو میں نے ہی لکھنا شروع کیا تھا۔ اب چند روز کی بات ہے یہ شرف مجھ سے نہ لیا جائے۔ انہیں تسلی دلائی کہ آپ ہی اسے لکھا کریں گے۔ چنانچہ وہی لکھتے رہے جب تک کہ لکھ سکے۔ آخر عمر میں ایک معمولی سی دوکان اپنے مکان ہی میں کر لی تھی۔ اور قطعات بھی لکھتے تھے۔ وہ فارغ اوقات میں خصوصاً صبح شام جان محمد صاحب چٹھی رساں کے ساتھ ملکر درثمین کے اشعار خوش الحانی سے پڑھا کرتے تھے۔ ابتداء میں احمدیہ چوک کے ملحقہ کچے چبارہ میں رہتے تھے۔ اور کئی لوگ سننے کے لئے نیچے اکھٹے ہو جاتے۔ منشی صاحب نے اخیر تک اپنی وضع قطع کو قائم رکھا پٹے رکھتے مایہ لگی ہوئی ہلکے رنگ کی پگڑی گلے میں دوپٹہ۔ کرتہ تہمد۔ ان کے بڑے لڑکے کا نام رحمت اللہ ہے آجکل غالباً سندھ میں ماسٹر ہیں۔ بہت مخلص ہیں بچپن کی چھ سات سال کی عمر ہو گی۔ ظہر کے وقت مسجد مبارک میں آئے۔ منشی صاحب نے حضور مسیح موعودؑ میں عرض کیا یہ میرا لڑکا ہے۔ رحمت اللہ نے خوش الحانی سے یہ شعر پڑھا۔ ؎

جب کہ دنیا سے آخر لیکھو مرا تھا کٹ کر
ماتم پڑا تھا گھر گھر وہ میرزا یہی ہے

اور آخری فقرہ میں آگے بڑھ کر حضرت اقدس کو ہاتھ لگایا۔ حضور مسکرائے۔ منشی صاحب کو اولاد کی وفات کے صدمات اٹھانے پڑے جو بڑے صبر سے برداشت کئے ایک لڑکا پہلے فوت ہو گیا۔ پھر دوسرا جسے خلافت ثانیہ میں اس تحریک پر کہ مدرسہ احمدیہ میں بچوں کو دینیات پڑھائی جاوے۔ اسے مدرسہ احمدیہ میں ہائی سکول سے داخل کرا دیا۔ یہ لڑکا بہت ذہین شکیل وجمیل تھا۔ اور اپنے ہم عصر طلباء میں مقبول ناگاہ فوت ہو گیا۔ چودہ سال کے قریب عمر ہو گی دفن کے بعد منشی صاحب تو پھر نہ آئے۔ مگر اکثر طلباء وغیرہ قبر پر کئی دن دعا کے لئے جاتے رہے حافظ سلیم اٹاوی نے ایک کتابچہ شائع کیا۔ پھر منشی صاحب نے اپنے پوتے کو اپنی تربیت میں لیا ایک تحریک حضرت خلیفۃ المسیح کی طرف سے ہوئی پر چھوٹی سی عمر میں تعلیم چھوڑ کر نیوی میں بھرتی ہو گیا اور تھوڑی مدت کے بعد وہ بھی فوت ہو گیا۔ یہ صدمہ بھی منشی صاحب نے صبر جمیل سے برداشت کیا یہ لڑکا بہت نیک خوش خصال تھا۔ ایک نو عمر جہاشہ غالباً یوگندر پال نام کو سعادت دارین قادیان لے آئی۔ محمد عمر نام پایا۔ ہندی سنسکرت میں کچھ شد بد تھی۔ اس میں امتحان پاس کئے۔ زبان سراسر ہندی تھی مگر توغل فی الدین اور صحبت علماء صالحین سے بہرہ اندوز ہو کر مولوی فاضل پاس کر لیا تو مسلمانوں کو جو بے وطن بے گھر بے زر ہوں رشتہ دینے میں اکثر کو تامل ہوتا ہے۔ احمدیت میں یہ بات بہت کم ہے۔ منشی صاحب مرحوم نے جرأت اخلاص سے اپنی لڑکی کو ان کے حبالۂ نکاح میں دے دیا اور یہ شادی خانہ آبادی موجب برکات ہوئی۔ مولانا شیخ محمد عمر اب کامیاب مبلغ ہیں۔ خدا تعالےٰ پسماندوں کا کفیل ہو۔ چونکہ پریس سے میرا چالیس سال سے زیادہ واسطہ رہا ہے۔ اسلئے میرا فرض تھا کہ چند کلمات تأسف ان کی وفات پر کہوں ایک تاریخ بھی اسی مضمون کی نوشت کے دوران میں ہو گئی۔

منشی کرم علی کہ جو کاتب تھے خوشنویس ٭ پڑتی ہے انکی موت سے دل اور جگر میں ٹیس
"مغفور الٰہی" اکمل مجبور کہی ٭ تاریخ فوت جبکہ نہ کوئی کہے گا رئیس
۱۳۷۲ھ

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے روزے رکھنے کا ارشاد

دوسرا روزہ ۱۲ر جنوری کو رکھا جائے

جیسا ہے احباب کو علم ہے جلسہ سالانہ پر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ نے موجودہ مشکلات اور سلسلہ کے خلاف فتنے کے ازالہ کے لئے سات روزے رکھنے کا اور خصوصیت سے دعائیں کرنے کا ارشاد فرمایا ہے پہلا روزہ گذر چکا ہے۔ دوسرا روزہ احباب ۱۲ جنوری کو رکھیں۔ باقی روزے ۱۹ اور ۲۶ جنوری کو اور ۲-۹-۱۶ فروری کو رکھے جائیں۔

مسئلہ جمع صلوتین بر موقعہ جلسہ سالانہ

مندرجہ بالا عنوان کے ماتحت ۲۰ر دسمبر کے الفضل میں نظارت ہذا کی طرف سے نوٹ شائع ہو چکا ہے۔ احباب جماعت اسے ملاحظہ فرمائیں۔ اور اسکے مطابق عمل رکھیں۔ اس سلسلہ میں یہ نوٹ دینا ضروری ہے جو حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کا فرمودہ ہے۔ جلسہ سالانہ کے بعد ایک دن عصر کی نماز کے بعد حضور نے فرمایا تھا۔ کہ اگر کوئی جمع صلواتین کی صورت میں مسجد میں آتا ہے اور اسے پتہ بھی لگ جاتا ہے کہ پہلی نماز پڑھی جا چکی ہے اور دوسری ہو رہی ہے اور ابھی اس نے پہلی نماز پڑھنی ہے باوجود اس علم کے اگر وہ دوسری نماز میں شامل ہو جاتا ہے۔ تو اسے چاہیئے کہ نماز کے ختم ہونے پر ترتیب سے دونوں نمازیں ادا کرے۔ علم کے باوجود اس کا دوسری نماز میں شامل ہونا غلطی ہے۔ اور اس صورت میں اسکی نہ عصر کی نہ ظہر کی کوئی بھی نماز نہ ہو گی۔ احباب جماعت مطلع رہیں۔ (ناظر تعلیم و تربیت ربوہ)

رسالہ الفرقان کے متعلق ضروری اعلان

مخالفین سلسلہ کے اعتراضات کے جواب بھی دئیے جائینگے

جنوری ۵۳ء سے رسالہ الفرقان کی تیسری جلد شروع ہو رہی ہے۔ بہت سے احباب کی تحریک پر یہ تجویز ہوئی ہے کہ رسالہ الفرقان کے سابقہ پروگرام یعنی حقائق قرآنی کی اشاعت عربی زبان کی ترویج اور دشمنان اسلام کے اعتراضات کی تردید کے علاوہ اس سال ان اعتراضات کے علمی اور تحقیقی جوابات کو بھی داخلی پروگرام کیا گیا ہے۔ جو مخالفین سلسلہ احمدیہ کی طرف سے ان کے مختلف رسالہ جات میں شائع ہوتے ہیں۔ اس اعلان کے ساتھ احباب کو توجہ دلائی جاتی ہے کہ وہ ماہ جنوری سے ہی رسالہ کے خریدار بن جائیں۔ ڈاکخانہ کی منظوری کے مطابق رسالہ ہر ماہ بیس تاریخ کو شائع ہوا کرے گا۔ انشاء اللہ۔ سالانہ چندہ پانچ روپے ہے۔ بھارت کے لئے سات روپے اور دیگر ممالک کے لئے پندرہ شلنگ۔ (مینجر رسالہ الفرقان احمد نگر۔ ربوہ ضلع جھنگ)

مسلمانوں کی نکبت و پستی کے ذمہ دار ہمارے علماء کرام ہیں (۱)

(منقول از رسالہ "الجامعہ" جھنگ موتمر نمبر ماہ اپریل سنہ ۵۲ء)

جب امت پر اخلاقی انحطاط و زوال کا دور آیا۔ تو عام مسلمانوں کی طرح علماء بھی اس سے متاثر ہوئے۔ بلکہ ایک لحاظ سے ان کے اعمال و اخلاق عامۃ الناس سے کہیں زیادہ پست ہو گئے۔ سلاطین و امراء ابتداء سے اس کوشش میں مصروف تھے۔ کہ ان کی عیش پسندیوں ستمرانیوں۔ اور کام جوئیوں کی راہ سے مذہب کے اوامر و نواہی اور شریعت کے حدود کی روک نکل جائے۔ تاکہ ان کے اعمال پر کوئی شخص حرف گیری نہ کر سکے۔ اور آزادانہ اظہار حق ان کے فتنہ انگیز عزائم کا حریف نہ رہے۔ یہ چیز اس وقت تک ناممکن تھی۔ جب تک علماء کی جماعت میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا جذبہ نتائج کے خوف اور دنیوی عقوبتوں کے ڈر پر غالب تھا۔ جب تک عیش و راحت کی کشش مال و متاع کی خواہش اور جاہ و اقتدار کی ہوس ایثار و قربانی کی روح سے مغلوب تھی۔ لیکن جب اخلاقی انحطاط و زوال نے عام مسلمانوں کی طرح علماء کو بھی آدبوچا۔ تو ارباب اقتدار اور امراء و سلاطین کی بن آئی۔ اب ان کے لئے آسان ہو گیا۔ کہ دنیا کا لالچ اور دولت کی طمع دلا کر علماء کو رام کر لیا جائے۔ اور انہیں ان کے فرض کی ادائیگی سے باز رکھا جائے۔ جس کی انجام دہی ان کی گردن پر خدا کی امانت کا سب سے بڑا بار تھی۔ چنانچہ سلاطین و امراء کو اس معاملہ میں خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوئی۔ یہ حالت پھر بھی اتنی مہلک نہ تھی۔ لیکن اس کے بعد فساد و زوال کی انتہائی صورت نمودار ہوئی۔ اور وہ دور آیا۔ جب علماء نہ صرف اپنے فرائض سے غافل ہو گئے۔ بلکہ دنیا کی طمع نے انہیں ارباب اقتدار اور بادشاہوں کے اغراض کا آلۂ کار اور عوام الناس کی عجائب پسندی۔ ظواہر پرستی اور ان کی قدامت۔ فکر و خیال کا معاون و مددگار بنا دیا۔ اخلاق کی پستی کے ساتھ فکری جمود اور نظر کی تنگی نے سونے پر سہاگے کا کام دیا۔ مذہب کی حقیقی روح ان میں سے یکسر مفقود ہو گئی۔ اور وہ روایت پرستی اور تقلید کی بندشوں میں گرفتار ہو گئے۔ ایک طرف تو وہ صاحبان اثر و اقتدار کی خوشامد میں کتاب و سنت کی غلط تعبیریں کرنے لگے۔ اور احکام شریعت کے اس حصہ پر پردہ ڈالنے لگے۔ جس کا تعلق اجتماعی فلاح و بہبود اور ارباب حکومت کی ذمہ داریوں سے ہے اور دوسری طرف وہ عوام کی خوش اعتقادیوں اور ان کی مشرکانہ رسوم پرستی کے ساتھی ہو گئے۔ کچھ اس لئے بھی کہ اس میں انہی کا فائدہ تھا۔ عام مسلمانوں کی اخلاقی پستی نے امت کو اتنا نقصان نہیں پہنچایا۔ جتنا علماء کی روحانی بے مائیگی اور نفس پرستی نے۔ کیونکہ عوام تو اندھی تقلید کے عادی تھے۔ اور علماء کے قدم بقدم چلنا چاہتے تھے۔ اس لئے جب اس طبقہ میں زوال آیا۔ تو اس کے اثرات پوری اجتماعی زندگی میں سرایت کر گئے۔ اور عام مسلمان تیزی کے ساتھ اس ادبار و انحطاط کی طرف بڑھنے لگے۔ جدھر ان کے راہنما انہیں لے جا رہے تھے

ایک بڑی خرابی جو امتداد وقت سے علماء میں پیدا ہو گئی۔ وہ یہ تھی کہ ان میں سے اجتہاد فکر اور آزادئ رائے کا مادہ سلب ہو گیا۔ اسلامی فقہ کو وہ ایک ایسا بند معاملہ کا نظام خیال کرنے لگے۔ جس میں کسی ترمیم و تجدید کی گنجائش نہ تھی۔ یا تو وہ زمانہ تھا۔ کہ سیاسی اور معاشرتی تبدیلیوں کے ساتھ ہی علمائے اسلام نے اسلامی فقہ کی ترتیب کا بیڑا اٹھایا۔ اور اپنی انتھک کوششوں سے ایک ایسا قانونی نظام مستنبط کیا۔ جو تاریخ میں اپنی آپ مثال ہے۔ یا یہ حال ہوا۔ کہ زمانہ کی بڑی سے بڑی تبدیلی اور حوادث و واقعات کے بڑے سے بڑے بھونچال بھی اسلامی فقہ کو اپنی جگہ سے آگے نہ بڑھا سکے۔ اور جس کسی نے اس صورت حال کے خلاف احتجاج کیا۔ اور قانون میں ترمیم و اضافہ کی ضرورت پر زور دیا۔ اسے کافر و ملحد اور زندیق کے خطابات سے سرفراز ہونا پڑا۔ اس واقعہ سے تو غالباً کسی کو بھی انکار نہ ہو گا۔ کہ خلفائے راشدین کے زمانہ اور بنو امیہ کے ابتدائی دور حکومت میں فقہ حدیث رجال اور اسی نوع کے دیگر علوم کا نشان تک نہ تھا۔ اسلام ایک سادہ مذہب تھا۔ جس میں قانونی پیچیدگیوں اور علمی موشگافیوں کو کوئی دخل نہ تھا۔ چند مسلمہ عقائد تھے۔ جن پر یقین کر لینا مسلمان بننے کے لئے کافی خیال کیا جاتا تھا۔ بعض مخصوص اعمال و عبادات تھے۔ جن کی پابندی اسلامی زندگی بسر کرنے کے لئے کافی تھی۔ پھر یہ سوال قدرتاً پیدا ہوتا ہے۔ کہ یہ علوم و فنون کیونکر وجود میں آئے۔ اور وہ کیا اسباب و محرکات تھے۔ جنہوں نے مسلمان اہل علم کو اس جانب مائل کیا۔ یہ تو تھا نہیں کہ بیٹھے بیٹھے یکبارگی انہیں اس ضرورت کا احساس پیدا ہو گیا۔ اور وہ اس کے لئے مصروف عمل ہو گئے۔ نہ کسی وحی الہام نے ان کے دلوں میں یکایک یہ جذبۂ عمل بیدار کیا۔ بس اس سوال کا جواب ایک ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ زمانہ کی ضرورت اور ماحول کے وہ مطالبات جو اسلامی سلطنت کی توسیع اور غیر مسلم قوموں سے میل ملاپ کی وجہ سے اجتماعی زندگی کی سطح کو متلاطم کئے ہوئے تھے۔ ان کی علمی کوششوں اور فنی کامیابیوں کا باعث تھے۔ نئے نئے معاشی اور معاشرتی مسائل رونما ہو رہے تھے۔ ایسی حالت میں علماء نے اس امر کو محسوس کیا۔ کہ اگر ایک نیا قانونی نظام نہ ترتیب دیا گیا۔ تو اسلامی سلطنتیں اس بات پر مجبور ہو جائیں گی۔ کہ وہ اپنے قانونی نظام کی تکمیل و توسیع کے لئے غیر مسلم قوموں کے قوانین سے مدد لیں۔ اور بلاشبہ اگر علماء اسلامی فقہ کی ترتیب و تدوین نہ کرتے۔ تو نتیجہ یہی ہوتا۔ اس ضرورت نے ان میں سے ایک گروہ کو احادیث کے جمع و ترتیب کی طرف مائل کیا۔ دوسرے کو علم رجال کی طرف متوجہ کیا اور تیسرے کو تفسیر اور علم قرآن کا شوق دلایا۔ یہ سب علوم درحقیقت اسلامی فقہ یا اسلام کے قانونی نظام نے پیدا کئے۔ کیونکہ جب تک یہ علوم درجہ اعتبار تک نہ پہنچ لیتے۔ اسلامی فقہ کی تکمیل غیر ممکن تھی۔

لیکن اس کے بعد جب اسلامی سلطنتوں کا شیرازہ بکھرا۔ حالات نے اچانک رخ بدلا۔ اور مغربی سلطنتوں کے بڑھتے ہوئے اقتدار و تسلط کے ساتھ یورپ کی علمی سیاسی اور معاشی تحریکات اسلامی نظام کی حریف ہو گئیں۔ تو علماء کا ذہن اور دماغ اتنا ماؤف ہو چکا تھا۔ اور وہ تقلید و اجداد پرستی کی بندشوں میں کچھ اس طرح گرفتار ہو گئے تھے۔ کہ انہوں نے ان نئے حالات اور ان کے اسباب و علل کو سمجھنے کی کوشش تک نہ کی۔ اور اپنے پرانے شکستہ مورچوں پر جمے رہے۔ یہی نہیں۔ بلکہ انہوں نے اسی سیلاب کی طرف سے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ جو ان کی طرف تیزی سے بڑھ رہا تھا۔ اور جس کی رو سے اسلامی نظام تہس نہس ہو رہا تھا۔ انہوں نے اس بات پر غور نہیں کیا۔ کہ اسلامی فقہ جس کو مخصوص حالات کے تحت مرتب کیا گیا تھا۔ ان حالات کے ختم ہونے کے بعد اصلاح ترمیم کی محتاج ہے۔ کیونکہ وہ معاشرتی اور معاشی مسائل جو اس کی پیدائش کا سبب تھے۔ اب باقی نہیں رہے تھے۔ اور جس قسم کی حکومت چلانے کے لئے یہ قانونی نظام ترتیب دیا گیا تھا۔ اس کی فطرت اور ہیئت ظاہری بالکل .... ہو گئی تھی۔ اس کے فرائض اور ذمہ داریوں کا دائرہ اتنا وسیع ہو گیا تھا۔ کہ اس کے لئے عباسیہ دور کا قانونی نظام بالکل ناکافی تھا۔ لیکن ہمارے علماء تو ترمیم و اصلاح کا نام سنتے ہی آگ بگولہ ہو جاتے تھے۔ کیونکہ وہ اس کو ائمہ فقہ کی توہین خیال کرتے تھے کہ ان کے تجویز کئے ہوئے مجموعہ قوانین میں کسی اضافے یا ترمیم کی ضرورت پر زور دیا جائے۔ یہیں سے اس بات کا ثبوت مل جاتا ہے کہ ہمارے علماء شخصیتوں اور اصولوں میں امتیاز کرنے کی صلاحیت بالکل نہیں رکھتے۔ شخصیت پرستی ان کے ذہن میں اس طرح رچ گئی ہے۔ کہ وہ اس کے لئے ہر طرح کی قربانی دینے پر آمادہ ہیں۔ اگر قدیم اسلامی فقہ کے بعض اجزاء موجودہ حالات زندگی سے بالکل میل نہیں کھاتے ہیں۔ تو انہیں اس کی پروا نہیں ہے۔ اگر موجودہ معاشی ضروریات اور سیاسی حالات کی وجہ سے اس پرانے نظام کے کچھ احکام بالکل ساقط ہوئے جاتے ہیں۔ تو بھی انہیں اپنی جگہ سے ہلنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ان کی نظروں میں ہماری قدیم فقہ بالکل اسی طرح زمانہ اور حالات کی تبدیلیوں سے بے نیاز ہے۔ جس طرح قرآن اور احادیث صحیح۔ حالانکہ فقہ کا اگر کوئی مفہوم ہے۔ تو وہ یہ ہے۔ کہ وہ ایک زمانہ کی ضروریات پوری کرنے کا ایک "قانونی نظام" ہے۔ جسے قرآن و سنت سے مستنبط کیا گیا۔

بے شک قرآن اپنی جگہ ایک غیر متبدل حقیقت ہے۔ اور اسی طرح وہ حدیثیں بھی جن کی صحت ہر معیار سے پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہو۔ لیکن اس کے باوجود یہ حقیقت بھی اپنی جگہ اٹل ہے۔ کہ زمانہ کی تبدیلی کے ساتھ انسانی تعلقات کی شکل و نوعیت اجتماعی ضروریات اور طرز معاشرت غرضیکہ زندگی کا ہر طریقہ بدل جاتا ہے۔ اس کے لئے نہ ان اصولوں کے بدلنے کی ضرورت ہے۔ جس پر قانون کا دار و مدار ہے۔ نہ اس تصور حیات اور طرز تفکر میں ترمیم و اصلاح کی ضرورت ہے۔ جو اس قانونی نظام کا ماخذ ہے۔ اور نہ قانون کے اس جزو میں کسی تبدیلی کی ضرورت ہے۔ جس کا تعلق ابدی حقائق اور انسانی فطرت کی غیر متغیر صفات میں سے ہے۔ صرف ضرورت اس کی ہے۔ کہ نئے ماحول اور بدلے ہوئے حالات کے اعتبار سے ان اصولوں اور اس تصور پر نظر ڈالی جائے۔ اور قانونی نظام کو اس طرح بدلا جائے۔ کہ وہ نئی ضروریات کا بھی ساتھ دینے لگے۔ اور ان اصولوں سے بھی منحرف نہ ہو۔ جن پر اسکی بنیاد قائم ہے۔

ہندوستان میں انگریزی تسلط کے قیام نے نہ صرف سیاسی نظام کو بدلا۔ بلکہ ہندوستانیوں کی معاشرت و تہذیب اور ان کے طرز تفکر پر بھی ایک انقلابی اثر ڈالا۔ سیاسی نظام کے بدلتے ہی معاشی تنظیم نے بھی اپنا رخ پھیرا اور معاشی مشکلات نے اپنے جلو میں نئے نئے تہذیبی اور معاشرتی مسائل پیدا کر دیئے۔ ان تمام تبدیلیوں نے مسلمانوں کے ذہن و خیال کو بھی متاثر کیا۔ اور رفتہ رفتہ ان کے مذہبی اور اخلاقی تصورات کی کایا پلٹ ہو گئی۔ لیکن اس پورے دور میں جو انقلاب برپا ہوا۔ اس سے ہمارے علماء کے افکار میں ایک معمولی سی جنبش بھی نہ پیدا ہوئی۔ انہوں نے ان نوزائیدہ تحریکات سے بالکل آنکھیں بند کر لیں۔ اور انہیں نظر انداز کر دینا چاہا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ تعلیم یافتہ مسلمانوں میں مذہب کے خلاف ایک فکری بغاوت شروع ہو گئی۔ اور ان کے دل و دماغ رفتہ رفتہ اسلام سے ہٹنے لگے۔ کیونکہ جس نظر سے وہ اپنی زندگی کے مسائل کو دیکھتے تھے۔ وہ اسلامی طرز فکر کے بالکل برعکس تھی۔ ضرورت اس بات کی تھی۔ کہ ہمارے علماء ان نئے مسائل کا حل اسلامی نقطہ نظر سے پیش کرتے۔ اور اس طرح سے تعلیم یافتہ نوجوانوں کے ذہنوں پر غیر اسلامی افکار و تصورات کا سکہ نہ جمنے دیتے۔ آج حالت یہ ہے۔ کہ مسلمان تعلیم یافتہ طبقہ کا ایک بڑا حصہ اسلام سے برگشتہ ہو چکا ہے۔ لیکن علمائے کرام خاموشی سے اس منظر کو دیکھ رہے ہیں۔ کیونکہ وہ زمانہ کی تحریکات سے بے خبر اپنے تمدنی ماحول سے ناواقف اور ان قوموں کے فہم و ادراک سے قاصر ہیں۔ جو اس نظام کے مخالف اور اس کے لئے تباہ کن ہیں۔ اس جہل و بے خبری کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ ہمارے علماء مذہبی مسائل کی تشریح اور قرآن و سنت کی تعبیر میں فہم و تدبر کے جدید تقاضوں کو

(باقی صفحہ ۷ پر)

پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ ہر زمانہ کے علمی اور تمدنی مسائل جدا ہوا کرتے ہیں۔ اور کوئی مذہبی نظام اس وقت تک اپنی زندگی برقرار نہیں رکھ سکتا۔ جب تک کہ وہ ان مسائل کو اپنے مخصوص انداز فکر کے مطابق حل کرنے میں کامیاب نہ ہو جائے۔ مثلاً ایک زمانہ وہ تھا جب صفات باری کے قدوم و حدوث اور خلق قرآن کی بحثیں گرم تھیں۔ حشر و نشر کے مسائل اور جنت و دوزخ کے تصورات فکر و نظر کا موضوع تھے۔ اور مذہب کی صداقت اس معیار پر پرکھی جاتی تھی۔ کہ آیا وہ ان مسائل کو تسلی بخش طور پر حل کر سکتا ہے یا نہیں۔ اس زمانہ کے علماء کے لئے ناگزیر تھا۔ کہ وہ ان مسائل کا مطالعہ قرآن و سنت کی روشنی میں کریں۔ اور مخالفین کو اسلام کی صداقت کا قائل کر دیں۔ یا جن مسلمانوں کے دلوں میں ان سوالات کی وجہ سے شکوک و شبہات پیدا ہو گئے تھے۔ ان کو مطمئن کریں۔ تاریخ شاہد ہے۔ کہ اس عہد کے علماء نے اس کام کو کس محبت و دیانت سے انجام دیا۔ لیکن موجودہ دور میں انسان کی ضروریات اور اس کے افکار کا رخ بدل گیا ہے۔ اگر اس زمانہ میں انہی چیزوں سے مذہب کی صداقت کا سکہ جمانے کی کوشش کیجئے گا۔ تو نہ صرف ناکامی ہوگی۔ بلکہ الٹا مذہب کو نقصان ہوگا۔ اس زمانہ میں مذاہب کی صداقت جس معیار پر جانچی جاتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ آیا مذہب کی بنیاد پر کوئی ایسا نظام حکومت قائم کیا جا سکتا ہے۔ جو قوم کے معاشی مسائل و مشکلات کو حل کر سکے۔ اور اس معاشی بے انصافی کا خاتمہ کر سکے۔ جو سرمایہ داری کی وجہ سے قوم کے بڑے حصہ کو چند متمول اور بااثر افراد کے اغراض پر قربان کر دیتی ہے۔ یہی سوال ہے۔ جو مذہب کے متعلق موجودہ دور میں پیدا ہوتا ہے۔ اسلام کی عبادات اور اس کے اخلاقی نظام کی برتری سے شاید ہی کوئی تعلیم یافتہ مسلمان انکار کرے۔ لیکن جو چیز انگریزی تعلیم پائے ہوئے مسلمانوں کے دل میں شک کا کانٹا بن کر چبھتی ہے اور ان میں مذہب کی طرف سے بے اطمینانی پیدا کرتا ہے۔ وہ سوال یہ ہے۔ کہ آیا موجودہ زمانہ کے پیچیدہ تمدنی اور معاشی مسائل اسلامی نظام کے ذریعہ حل کئے جا سکتے ہیں۔ یا اسلامی شریعت کسی ایسے ترقی یافتہ نظام حکومت کا سانچہ دے سکتی ہے۔ جو موجودہ معاشی بے چینیوں کو رفع کر دے۔ کیا علماء کی جماعت نے معدودے چند افراد کو مستثنیٰ کر کے کبھی اس ضرورت کا احساس بھی کیا ہے۔ اور اگر کیا ہے۔ تو انہوں نے اس صورت حال سے عہدہ برآ ہونے کے لئے کونسا عملی قدم اٹھایا ہے۔ اگر اس کا جواب نفی میں ہے۔ تو اسلام اور مسلمانوں کے لئے علماء کا وجود محض بے کار ہے۔

یہ تو ہوئی ہمارے علماء کی علمی حیثیت۔ اب رہا یہ سوال کہ معاشرتی زندگی میں وہ راہنمائی کے فرائض کس طرح انجام دیتے ہیں۔ اس کے لئے ان کی جماعت کو چند در چند حصوں میں تقسیم کرنا پڑے گا۔ اولاً وہ علماء ہیں۔ جو مذہبی مدارس میں کام کرتے ہیں۔ خواہ ایک مشین کے کل پرزوں کی حیثیت سے یا اس مشین کو چلانے والوں کی حیثیت سے۔ دوئم وہ پیشہ ور واعظ ہیں۔ جن کا کام میلاد شریف یا دوسرے مذہبی جلسوں میں دھواں دھار تقریریں کرنا اور کرامات کے دلفریب قصے سنا سنا کر عوام کے ذوق عجائب پسندی کو تسکین کا سامان بہم پہنچانا ہے۔ تیسرا طبقہ وہ ہے۔ جو پیری مریدی کا کاروبار کرتا ہے۔ ان سب طبقوں میں کہیں کہیں ایک دو ایسے افراد بھی نظر آ جاتے ہیں۔ جو نہ صرف اپنی ذاتی سیرت کے لحاظ سے ہمارے احترام کے مستحق ہیں۔ بلکہ اسلام اور مسلمانوں کا حقیقی درد بھی رکھتے ہیں۔ لیکن عام حالت کے لحاظ سے دیکھا جائے۔ تو ان سب کا وجود نہ صرف مالی فائدہ سے خالی ہے۔ بلکہ طبعی طور سے اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچا رہا ہے۔ جن چند مخلص افراد کا ذکر اوپر گذر چکا ہے۔ وہ دل ہی دل میں اپنے طبقہ کی حالت پر کڑھتے ہیں۔ اور اپنے محدود دائرے میں ان خرابیوں سے محفوظ رہنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ جو ان کے طبقہ کی عام فضاء کو مسموم کئے ہوئے ہیں۔ لیکن حقیقت میں وہ بے چارے بالکل بے بس ہیں۔ ان میں آج تک کوئی ایسا مرد مجاہد پیدا نہیں ہوا۔ جو اس صورت حال کے خلاف عملی طور سے احتجاج کرے اور علماء کو ان کے فرائض اصلی کی طرف متوجہ کرے۔ یا ان خرابیوں کی جڑ کاٹے۔ جو طبقہ علماء میں عام مسلمانوں ہی کی طرح پیدا ہو گئی ہیں۔

اب پہلی جماعت کو لیجئے۔ یعنی وہ علماء جو مذہبی درسگاہوں میں زندگی گذارتے ہیں۔ ان کی شخصی زندگی بڑی غنیمت ہوتی ہے۔ کیونکہ ان کا سارا وقت ایک علمی ماحول میں گذرتا ہے۔ لیکن علمی حیثیت سے ان کی اور ان کی درسگاہوں کی افادیت میں بہت کچھ کلام ہے۔ ان مذہبی درسگاہوں میں جو تعلیم دی جاتی ہے۔ اس کا طریقہ فی الجملہ ناقص ہوتا ہے۔ کیونکہ فن تعلیم کی جو نئی تحقیقات ہوتی رہی ہے۔ اور طریقہ تعلیم میں جو اصلاحات ہوئی ہیں۔ وہ ہماری مشرقی درسگاہوں میں ابھی تک نہیں پہنچ سکی ہیں۔ اور اگر یہی حالت برقرار رہی تو شاید آئندہ بھی نہ پہنچ سکیں۔ تعلیم کے نصاب میں اگرچہ قدیم زمانہ سے اب تک بہت سی جزوی تبدیلیاں عمل میں آئی ہیں۔ لیکن کوئی بنیادی اصلاح اب تک نہیں ہو سکی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ ان درسگاہوں کی تعلیم ختم کرنے کے بعد طلباء کا ذہنی افق اسی طرح تاریک رہتا ہے۔ چونکہ ہماری مذہبی تعلیم کے نصاب میں زمانہ جدید کے مسائل سے بالکل اغماض برتا جاتا ہے۔ اس لئے مذہبی درسگاہوں کے فارغ التحصیل طلباء زمانہ کی نئی تحریکات اور جدید طرق فکر سے اسی طرح بیگانہ رہتے ہیں جس طرح کہ خود ان کے معلم۔ لیکن سب سے بڑی برائی ان درسگاہوں کی یہ ہے کہ وہ تقلیدانہ شخصیت پرستی کے مسکن ہیں۔ جہاں ہر نئے خیال کو کفر و زندقہ خیال کیا جاتا ہے۔ اور ہر جزوی معاملہ میں اختلاف رائے یا اجتہاد کی کوشش کو سختی سے دبا دیا جاتا ہے۔ ابھی حال تک ہمارے علماء کی یہ حالت تھی۔ کہ وہ ہر مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے سب سے پہلے آئمہ کے اقوال کو بطور سند پیش کرتے تھے۔ لیکن اگر اس کے بعد بھی کسی کو اختلاف کی جرأت ہوتی۔ (اور ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا) تو احادیث کا سہارا لیا جاتا۔ اگر بدقسمتی سے معاملہ اس پر بھی ختم نہ ہوتا۔ تو بڑی مجبوری سے کلام مجید کی طرف رجوع کیا جاتا۔ بحث و استدلال کا یہ طریقہ صدیوں سے اسی طرح چلا آ رہا ہے۔ اور اس بات کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔ کہ اسلامی شریعت کے جمود اور ٹھہراؤ کی ذمہ داری تمام تر علماء پر عائد ہوتی ہے۔ جنہوں نے معاملہ کی فطری ترتیب بالکل الٹ دی ہے۔ ہونا تو یہ چاہیئے تھا۔ کہ ہر معاملہ میں قرآن کو حکم بنایا جائے۔ اس کے بعد بھی اگر اختلاف رائے کی گنجائش باقی رہے۔ تو احادیث و سنن کو بیچ میں لایا جائے۔ اور اس پر بھی اگر تصفیہ نہ ہو۔ تو آئمہ کے اقوال سے مدد لی جائے۔ بہرحال ہماری مذہبی درسگاہوں سے جو طلباء فارغ ہو کر نکلتے ہیں۔ ان میں سے اجتہاد کی قوت بالکل فنا ہو جاتی ہے۔ زمانہ تعلیم میں مسلمہ عقائد کے خلاف کوئی بات زبان سے نکالنا ان کے لئے غیر ممکن ہے۔ اختلاف رائے کو وہاں آئمہ و اسلاف کی توہین خیال کیا جاتا ہے۔ کیونکہ ہمارے علماء کا خیال یہ ہے۔ کہ اختلاف پر مذہبی اجتہاد کا دروازہ بالکل بند کر دیا گیا ہے۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ یہ بات کسی امام وقت اور فقیہہ زمانہ نے خاص طریق سے کہی ہو۔ اس میں اختلاف رائے کی آزادی عطا کی جائے۔ اس ذہنیت اور اس فضاء میں پرورش پانے کے بعد طلبہ کے علم کا حال ظاہر ہے۔ حقیقت کی علم صورتیں بند کر دی جاتی ہیں۔ اور انسانی دماغ میں صرف حافظہ اور منفعلانہ انجذاب کی قوتوں کو نشو و نما کا موقع دیا جاتا ہے۔ اس کا نتیجہ ہے کہ ان درسگاہوں کے کسی طالب علم سے آپ سیاسی گفتگو کیجئے تو معلوم ہوگا۔ کہ وہ سیاست میں بھی علماء کے مسلک کی پیروی کو فرض عین خیال کرتا ہے۔ اور اس مسلک کی پیروی میں وہ دلائل سے اتنا زیادہ متاثر نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ اپنے اساتذہ کی شخصیت سے حقیقت یہ ہے۔ کہ جس طرح مذہبی علوم میں تقلید پرستی اور شخصیت پرستی کی فضاء کی وجہ سے اجتہاد اور آزادی رائے کی صلاحیت اس میں بالکل فنا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح سیاست کے دائرہ میں بھی خود فکر کرنے کی اہلیت سے وہ عاری ہوتا ہے۔ جو بنی بنائی رائے اور مسلک اس کے ذہن میں اتار دیا جاتا ہے۔ اس کو وہ مکمل طور سے جذب کر لیتا ہے۔ اور اس سے انحراف کرنا اس کے لئے غیر ممکن ہو جاتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ آج کل ان درسگاہوں سے جتنے طالب علم نکلتے ہیں وہ سب کے سب کانگرس سیٹ کی نجاست سے آلودہ ہو جاتے ہیں۔ وطنیت کا وہ تصور جو اسلامی نظام کے لئے سم قاتل ہے۔ ہماری مذہبی درسگاہوں کے ذریعہ مسلمانوں میں ترقی کر تا جا رہا ہے۔ یہ نہیں ہے کہ ان سیاسی تصورات کو طلبہ کے ذہن میں راسخ کرنے کے لئے کوئی ارادی کوشش کی جاتی ہو۔ کیونکہ ایک ایسا ماحول جس کا امتیازی وصف تقلید۔ اکابر پرستی اور اصولوں سے زیادہ اشخاص کی اطاعت اور الفت ہو۔ محض اساتذہ اور معلمین کا کسی خاص سیاسی مسلک پر عامل ہونا اس بات کی کافی ضمانت ہے کہ طلبہ بھی اسی مسلک کے پیرو ہوں گے۔ اگر ان سب باتوں کے بعد بھی لوگ ان درسگاہوں کی افادیت کے قائل ہوں۔ تو ہمیں کچھ عرض کرنا نہیں ہے۔ (باقی)

نوٹ: ضروری نہیں۔ کہ ادارہ مضمون نگار سے ہر بات میں متفق ہو۔

(مرسلہ عبدالعزیز صاحب ربوہ)

درخواست ہائے دعا

احباب سے التماس ہے۔ کہ اس عاجز کے ملازمت پر جلد از جلد بحال ہونے کے لئے دعا فرمائیں۔

دعاگو۔ منیر احمد کرم آباد۔ مسلم ٹاؤن ۔ لاہور

(۲) میرے چھوٹے بھائی عزیز حمید اللہ کو ڈبل نمونیہ ہو گیا ہے۔ اور حالت خطرناک ہے۔ احباب درد دل سے اس کی صحت کیلئے دعا فرمائیں۔

(ناصر احمد قائد خدام الاحمدیہ کوہاٹ)

(۳) میری اہلیہ بہت بیمار ہے۔ احباب صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے دعا فرمائیں:۔

(شیخ جلال الدین احمدیہ بلڈنگس لاہور)

برطانیہ سے اسرائیل کا احتجاج

عرب ممالک کو اسلحہ کیوں مہیا کیا جا رہا ہے

لندن ۱۰ جنوری۔ حکومت برطانیہ کے افسر خارجہ کی طرف سے کل اس امر کی تصدیق کر دی گئی ہے کہ اسرائیلی حکومت نے رسمی طور پر برطانیہ کے اس فیصلے کے خلاف احتجاج کیا ہے۔ کہ عرب ملکوں کو اسلحہ مہیا کیا جائے اس احتجاج کا بیان مطالعہ کیا جا رہا ہے اور اگرچہ ابھی تک سرکاری طور پر کوئی تبصرہ نہیں کیا گیا۔ مگر واضح کیا جا رہا ہے کہ جب اس سے قبل اس مسئلہ پر اسرائیل نے احتجاج کیا تھا تو اس کی شکایت کا تفصیل کے ساتھ جواب دے دیا گیا تھا۔ توقع ہے کہ برطانیہ کی طرف سے دوبارہ یہی دلائل پیش کئے جائیں گے کہ ان ملکوں کے ساتھ برطانیہ کے معاہدے ہو چکے ہوئے ہیں اور وہ عرب ملکوں کو خود اپنے دفاع کے قابل بنانا چاہتا ہے۔ اس کے علاوہ سنہ ۱۹۵۰ء میں اس ضمن میں ایک سہ طاقتی اعلان بھی کیا جا چکا ہے۔ (اسٹار)

نجیب پر برطانیہ اعتماد رکھتا ہے

لندن ۱۰ جنوری۔ لندن کے سرکاری حلقوں نے یہ عندیہ ظاہر کیا ہے کہ جنرل نجیب سے برطانیہ کا اعتماد زائل نہیں ہوا۔ اور جب تک وہ انتہا پسندانہ دباؤ پر مؤثر کنٹرول قائم رکھے ہوئے ہیں اس وقت تک برطانیہ مطمئن ہے

بیان کیا جاتا ہے کہ برطانیہ نے یکم جنوری کو ایک کروڑ پونڈ کی واگذاری کر کے اپنے اس اعتماد کا عملی مظاہرہ کر دیا ہے۔ . . . . ورنہ یہ رقم قانون کے طور پر سارے سال میں تھوڑی تھوڑی کر کے واگذار کی جا سکتی تھی۔ اس کے علاوہ مصر کی برآمدات اور بالخصوص روئی کی تجارت میں بھی امداد دینے کی ہر ممکن کوشش کی جا رہی ہے (اسٹار)

سوڈان کے قبائلی لیڈروں کا احتجاج

لندن ۱۰ جنوری۔ لندن میں سوڈانی سرکاری دفتر کو خرطوم کے افسر تعلقات عامہ سے ایک برقیہ موصول ہوا ہے کہ جنوبی سوڈان کے قبائلی لیڈروں نے اس امر کے خلاف احتجاج کیا ہے کہ انہیں میجر صلاح کے مصری وفد کے ساتھ ایک کھلے اجلاس میں ملاقات کرنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ حالانکہ قبائلی لیڈر طویل سفر کر کے ان سے ملنے اور اپنے خیالات کا اظہار کرنے آئے تھے انہوں نے جنرل نجیب کو بھی احتجاجی برقیئے ارسال کئے ہیں۔ (اسٹار)

خشک سالی کے باعث چھ لاکھ جانوروں کی ہلاکت کا خطرہ

ملبورن ۱۰ جنوری۔ شمالی علاقوں میں زبردست خشک سالی کے باعث کسانوں کو اندیشہ ہے کہ ۶۰۰،۰۰۰ مویشی ہلاک ہو جائیں گے۔

اب تک تقریباً ۲۰۰،۰۰۰ مویشی ہلاک ہو چکے ہیں۔ اور مزید تباہی کی اطلاعات روزانہ موصول ہو رہی ہیں۔

شمالی علاقوں کے مویشیوں میں سے ہر پانچ کے پیچھے ایک مویشی ہلاک ہو چکا ہے۔ اور مزید تباہی کی اطلاعات روزانہ موصول ہو رہی ہیں۔

. . . .

. . . . لیکن

انفرادی علاقوں کا نقصان بہت زیادہ ہے دریائے وکٹوریا کے علاقے میں ایک تہائی گلے ختم ہو چکے ہیں اور بارکلے کے علاقوں کی اطلاع ہے کہ کسانوں کے نصف مویشی ضائع ہو گئے ہیں۔

ایک علاقے میں جہاں اوسطاً ۹ انچ بارش ہوتی ہے اب تک صرف ایک انچ بارش ہوئی ہے (اسٹار)

اپنی قومی زبان اردو میں تار دیجئے

اردو میں تار دینے کے اوقات

پوسٹ ماسٹر جنرل اطلاع دیتے ہیں:۔ پاکستان کا وقار اس کی قومی زبان کے ساتھ وابستہ ہے۔ چنانچہ اسکے پیش نظر ہمارے محکمہ نے فی الحال لاہور۔ جہلم۔ راولپنڈی۔ کراچی اور لائل پور کے درمیان اردو زبان میں تار دینے کا سلسلہ جاری کیا ہے۔ عوام سے استدعا ہے کہ وہ اردو میں زیادہ سے زیادہ تعداد میں تار بھیجکر قومی زبان کو ترویج میں ہمارا ساتھ دیں۔ مزید تفصیلات کے لئے مقامی تار گھر سے رجوع کریں۔

اوقات

لاہور اور راولپنڈی کے درمیان — روزانہ ۸ بجے صبح سے ۹ بجے شام تک اتوار ۷ بجے صبح سے ۹ بجے تک اور ۵ بجے بعد دوپہر سے ۸ بجے شام تک

لاہور اور کراچی کے درمیان — روزانہ ۸ بجے صبح سے ۸ بجے شام تک اتوار ۸ بجے صبح سے ۱۰ بجے تک

لاہور اور جہلم کے درمیان — ″ ۹ بجے ″ ۸ ″ ″ اتوار ۷ ″ ″ ۸½ ″ ″

لاہور اور لائل پور کے درمیان — ″ ۱۰ بجے ″ ۵ ″ ″ اتوار ۷ ″ ″ ۸½ ″ ″

راولپنڈی اور جہلم کے درمیان — ″ ۸ بجے ″ ۸ ″ ″ اتوار ۷ ″ ″ ۸½ ″ ″

ایران میں ڈاکٹر مصدق کی بڑھتی ہوئی مخالفت

لنڈن ۱۰ جنوری۔ بیان کیا جاتا ہے کہ تہران میں تیل کے تنازعہ کے سلسلے میں ڈاکٹر مصدق کے مجوزہ اقدامات کے خلاف مخالفت بڑھتی جا رہی ہے اور بحران میں ترقی ہو رہی ہے۔ ایرانی دارالسلطنت کی اطلاعات مظہر ہیں کہ سابق نیشنلسٹ حامی ڈاکٹر مصدق پر بہت زیادہ دباؤ ڈال رہے ہیں۔

تیل کی صنعت کو قومی ملکیت میں لیتے وقت ڈاکٹر مصدق کے دست راست اور سب سے بڑے حامی ڈاکٹر حسین مکی کی مجلس سے مستعفی ہو جانے پر اس امر کی وضاحت ہوتی ہے کہ وزیر اعظم اور ان لوگوں کے درمیان کس حد تک پھوٹ پڑ چکی ہے جو تیل کے سلسلے میں مصدق کی روش کے بہت بڑے حامی تھے۔

ایران میں اس قسم کی بات بھی مشہور ہو گئی ہے کہ ڈاکٹر مصدق کے خلاف حسین مکی کے ساتھیوں اور علامہ کاشانی کے طاقتور ترین گروہوں اور فدائین اسلام کی پارٹی میں اتحاد پیدا کیا جائے۔

تہران سے ڈیلی ٹیلیگراف کے نمائندے نے لکھا ہے کہ اگر مکی اور علامہ کاشانی متحد ہو کر مخالفت پر آمادہ ہو جائیں تو مصدق کیلئے برسر اقتدار رہنا مشکل ہو جائیگا۔ اس کے علاوہ تودے پارٹی یقیناً مخالفین کا ساتھ دے گی۔ (اسٹار)

لنڈن میں نیا مصری سفیر

لنڈن ۱۰ جنوری۔ یہ افواہ بہت گرم ہے کہ اینگلو مصری تعلقات کے اس نہایت ہی اہم دور میں ۶۱ سالہ عبدالرحمن حقی کو لنڈن میں مصر کا سفیر مقرر کیا جانے والا ہے۔ آپ اس سے قبل تہران اور روم میں مصر کے سفیر رہ چکے ہیں۔ اس کے علاوہ متعدد دیگر اہم سفارتی عہدوں پر بھی فائز رہ چکے ہیں۔ لنڈن میں مصر کے سابق سفیر محمود فوزی جو اقوام متحدہ میں مصری ترجمان کی حیثیت سے شہرت حاصل کر چکے ہیں جنرل نجیب کے نئے وزیر خارجہ مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ (اسٹار)

مہاراجاؤں کے سکے بند کر دیئے جائیں گے

نئی دہلی ۱۰ جنوری۔ اس وقت حیدرآباد راجستھان مدھیہ بھارت اور ٹراونکور کوچین میں جو ریاستی حکمرانوں کے سکے رائج ہیں انہیں یکم اپریل سے بند کر دیا جائے گا۔ جو لوگ ۳۱ مارچ تک اپنے سکے تبدیل نہ کرا سکیں گے انہیں یہ سکے پوری قیمت پر مقامی بنکوں اور خزانوں سے تبدیل کرانے کا کچھ موقعہ دیا جائے گا۔ (اسٹار)

۵۲ء میں کتابوں کی اشاعت کا ریکارڈ

لنڈن ۱۰ جنوری۔ برطانوی ناشرین نے سنہ ۱۹۵۲ء کے دوران میں کتابوں کی اشاعت کے تمام سابقہ ریکارڈ مات کر دیئے ہیں۔ کل ۱۸،۷۴۱ نئی کتابیں شائع کی گئیں۔ ۱۹۵۱ء میں ۱۸،۰۶۶ کتابیں طبع ہوئی تھیں ان میں سے پرانی کتابوں کے نئے اڈیشنوں کی تعداد ۵،۴۲۸ تھی۔ زمانہ قبل از جنگ کی نسبت افسانوں کی کتابوں کی اشاعت اب کم ہو رہی ہے مگر ٹیکنیکل کتابوں کی اشاعت بہت بڑھ گئی ہے (اسٹار)

۵۳ء میں بھارت میں غلے کی درآمد

نئی دہلی ۱۰ جنوری۔ بھارتی وزارت خوراک کی طرف سے اسٹار کو اس پروگرام کی تفصیل مہیا کی گئی ہے جس کے مطابق سنہ ۵۳ء میں غلہ درآمد کیا جائیگا سال رواں میں بھارت بین الاقوامی معاہدہ گندم کے تحت امریکہ سے ۵۰۰،۰۰۰ ٹن گیہوں منگوائے گا اس کے علاوہ ارجنٹائن سے بھی ۲۵۰،۰۰۰ ٹن گندم درآمد کی جائے گی۔

اس منصوبہ میں ۵۰۰،۰۰۰ ٹن باجرہ وغیرہ خریدنا بھی شامل ہے۔ مگر ابھی تک اس سلسلے میں کوئی معاہدہ نہیں کیا گیا۔ یہ جنس بھی امریکہ یا چین سے درآمد کی جائے گی۔ برما نے سال رواں میں بھارت کو ۳۵۰،۰۰۰ ٹن چاول سپلائی کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ یہ مقدار غالباً کافی ہو گی۔ لیکن ضرورت پڑنے پر سیام سے بھی کچھ چاول حاصل کر لیا جائیگا۔

سرکاری ترجمان نے کہا اگر خدا نے ہمیں طوفان خشک سالی اور سیلاب کی تباہ کاریوں سے بچائے رکھا تو یہ پلان کافی ہوگا۔ اور اگر معاملہ برعکس ہوا تو ہمیں روس سے گندم اور چین سے چاول حاصل کرنے کی کوشش کرنی ہو گی۔ (اسٹار)

(بقیہ صفحہ ۲)

قائم کر کے دنیا پر ثابت کر دکھایا کہ حالات خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہوں قادیان کی مرکزی حیثیت بہرصورت برقرار رہے گی اور وہاں سے اسلام کا نور پھوٹ پھوٹ کر ایک عالم کو منور کرتا رہے گا۔

جلسہ کی ابتداء قرآن کریم کی تلاوت سے کی گئی تھی اور اختتام اجتماعی دعا پر ہوا۔